THE ALHAKAM QADIAN

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دور جدید

یا و بنجم متاع ہر بینی جائے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی جہاد ر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے
حکام و امراء سے
معاونین سے
ممالک غیر سے
عوام سے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی
۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ دو آنہ

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
عرفانی
(مجاہد مصری)

جلد ۳۷ | ۲۱ اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۶ محرم ۱۳۵۳ھ یوم شنبہ | نمبر ۱۴

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح المہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کا سامان پیدا کر دے۔

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کے ذکر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے۔ کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار: مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۷ جنوری ۱۹۳۴ء)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

بابو اکبر علی صاحب سلسلہ کے مشہور مخلص احباب میں سے ہیں اور سلسلہ کی ہر تحریک میں حصہ لینے کی مسابقت کرتے ہیں۔ گو یہ پہلے بھی معلوم تھا۔ مگر میں نے گذشتہ سفر دہلی میں دیکھا کہ ان کا گھر **ایک اچھا خاصہ مہمان خانہ ہے**۔ اور سب سے بڑی بات جو میں نے مشاہدہ کی وہ یہ کہ ان کے بچے اور وہ خود مہمانوں کی خاطر و تواضع میں نہایت خندہ پیشانی سے مصروف رہتے ہیں۔ بلکہ مہمانوں کو دوسری جگہ سے لاکر اپنے ہاں ٹھہراتے ہیں۔

یہ ان کے **ایمان** کا عملی ثبوت ہے

الحکم کے پہلے دور میں وہ اس کے خریدار نہ تھے۔ مگر اس دور جدید میں الحکم کی خریداری کے ساتھ انھوں نے الحکم کی اعانت فرمائی۔ چنانچہ انھوں نے دس روپے علاوہ قیمت کے اس کی اعانت میں دیئے

جزاہم اللہ احسن الجزا۔

(۲)

الحکم کے لئے یہ کم خوشی کی بات نہیں کہ جماعت ہائے احمدیہ کے تمام ناظر صاحبان اس کے خریداران کی فہرست میں ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اس کی ترقی کے لئے خواہشمند ہے خصوصیت سے حضرت صاحبزادہ **میرزا بشیر احمد صاحب** اور صاحبزادہ **میرزا شریف احمد صاحب** ہر طرح مدد کے لئے آمادہ ہیں۔

فجزاھم اللہ احسن الجزا

(۳)

خاص نمبر کی مطلوبہ اشاعت تو ابھی پوری نہیں ہوئی۔ مگر میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ خاص نمبر شائع نہ کیا جاوے۔ جب تک پوری درخواستیں نہ ہوں۔ لیکن بعض احباب مجبور کر رہے ہیں کہ خاص نمبر ضرور شائع کر دیا جاوے۔ اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ احباب شائع ہونے پر لے لیں گے۔ اور یہی طریق ان کا کتابوں کے متعلق ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ تاہم میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مخلص احباب کو مایوس کروں۔ اسلئے میں اعلان کرتا ہوں کہ

خاص نمبر انشاء اللہ العزیز شائع ہوگا۔!

لیکن اگر پانچ ہزار کی درخواستیں نہ ہوئیں تو وہ چالیس صفحوں پر شائع نہ ہوگا بلکہ ۲۴ یا ۳۲ صفحوں پر شائع ہوسکے گا۔ قیمت یہی رہے گی۔

مکرمی چودھری برکت علی خان صاحب نے ایک طویل خط میں مجھے اس طرف بھی متوجہ کیا کہ صرف ایسی درخواستوں سے صرف اسے شرط نہ کیا جاوے جو سو پرچوں کی کریں۔ بلکہ جس جس قدر کوئی چاہے خرید لے میں اس میں اسقدر ترمیم کر دیتا ہوں کہ

کم از کم دس پرچوں کی درخواست ہو

خضرِ وقت

از جناب محمد صادق صاحب قریشی شبنم

خضرِ وقت از قادیان دار الاماں آمد بروں	کارواں زیں دشتِ رشکِ آسماں آمد بروں
مکر ہا میکرد ظلمت از پئے تذلیل حسن	ناگہاں نورِ خدا از آسماں آمد بروں
اُردوئے تثلیث را آں صولتِ قاہر نماند	در میداں تائیدِ اسلامیاں آمد بروں
آتشِ نمرودیاں موئے خلیل اللہ نسوخت	از گلِ رعنائے احمد گلستاں آمد بروں

مے تپد برقِ ادا بر سینۂ کون و مکاں!
آفتابِ ما ز کنجِ لامکاں آمد بروں

جو صاحب اب تک اس وجہ سے رُکے ہوئے تھے۔ وہ جلد درخواستیں بھیج دیں گے۔

(۴)

چودھری برکت علی خان **صاحب** باوجود اپنی مصروفیتوں کے الحکم کی توسیع اشاعت کے لئے بھی سعی کر رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک خریدار بھیجکر شکر گذاری کا موقعہ دیا ہے میں کارکنان صدر انجمن احمدیہ سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ بھی الحکم کی اشاعت و اعانت کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

(۵)

اسوقت تک جہاں جہاں الحکم گیا ہے اس کی پسندیدگی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ سہر لائل پور میں ایک پرانے مخلص صحابی نے مجھے بتایا کہ الحکم کو جب تک پڑھ نہیں لیتے۔ دوسرا کام نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ میری عینک گم ہوگئی۔ اور الحکم کا پرچہ آگیا۔ رات کا وقت تھا۔ میں نے اصرار کیا کہ عینک تلاش کرو میری بیوی نے کہا کہ صبح نہیں ہوگی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ پڑھ کر ہی دم لوں گا۔ میں جانتا ہوں الحکم میں جو خوبی ہے وہ اسلئے ہے کہ

اس مقدس وجود کا اس میں تذکرہ ہوتا ہے جو خدا تعالے کا مامور اور مرسل ہے۔

(۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ اور اس عصر سعادت کے **شعراء** کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ خاص نمبر کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا کوئی واقعہ نظم کریں۔ میں بار بار درخواست کر رہا ہوں۔ اگر اس کی طرف توجہ نہ ہوئی تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔ اور میں انھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو بلند نہ کرنے کا خطاکار سمجھوں گا۔ اللہ تعالے ہمیں اس قصور سے بچاوے۔

درخواست دعاء

مکرمی **سیٹھ اسمٰعیل آدم** تاجر چھتری بمبئی کی صحت اور ان کے کاروبار کی ترقی کے دعا کی جاوے اور احباب التزاماً دعا کرتے رہیں۔

شکوۂ دوست

میرے محترم بھائی خاں صاحب عبد المجید خان صاحب کپورتھلہ سے محبت آمیز شکوہ کرتے ہیں کہ الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ان کے والد محترم کا نام ایسے طور پر لکھا گیا ہے جو ان کے لئے باعث تکلیف ہوا۔ میں اس احساس شریف کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن انھیں یقین دلاتا ہوں کہ اُس سادگی میں محبت و احترام کے جذبات انتہائی رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں اور حضرت منشی محمد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عشر فانی اور راوی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو جو محبت تھی اور ہے۔ اس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہوسکتا۔

کیا آپ نے الحکم کی توسیع اشاعت کا کام شروع کر دیا؟

(مینجر)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی زبان سے

ایکدفعہ حضرت اقدس تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر میں مجھے درد گردہ ہو گیا۔ کچھ دیر تو میں بیٹھا رہا آخر میری برداشت سے باہر ہو گیا۔ اور میں اٹھ کر صاحبزادہ سراج الحق صاحب کے مکان پر چلا آیا۔ حضرت کو معلوم ہوا تو حضرت خلیفہ اول کو آپ نے اٹھا کر فوراً میرے علاج کے لئے بھجوا دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے جلاب دے دیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ خود حضرت اقدس نے بھی کوئی دوائی دی۔ اس سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ تو خود تشریف لائے اور دوسری دوا دی مگر میری حالت بدستور تھی۔ تیسری دفعہ پھر خود تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا ہے میں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں اس پر فرمایا

بہتر ہے آپ یہیں آجاویں

(یعنی میرے پاس ہی آجاویں) جب آپنے یہ فرمایا تھا تو مینے دعا کی کہ یا اللہ جلد فائدہ نہ ہو۔ تاکہ میں کچھ دن تو وہاں رہ سکوں۔ منشی عبداللہ سنوری تاڑ گئے اور کہنے لگے کہ **یہ تو دعا مانگ رہا ہے**؟ خیر میں حضرت اقدس کے پاس اٹھ آیا۔ حضرت اسوقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے بعد ہم نے وہ کھانا اٹھا لیا اور کھا لیا۔ آپ نے منع نہ فرمایا۔ میری غرض یہی تھی کہ حضرت کے قریب رہوں۔ مجھے فوراً آرام ہو گیا۔ کچھ بخار تھا جب میں آیا تھا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے بخار اتر گیا یا نہیں؟ باہر تو معلوم ہوتا نہ تھا۔ مینے کہا کہ اندر ہے آپ نے فرمایا **اتر جائے گا۔ اور آپ اچھے ہو جائیں گے** میں اس کے بعد بالکل اچھا ہو گیا۔

(**نوٹ**) حضرت اقدس کو اپنے خدام سے ساتھ کس قدر **محبت** تھی اور بیماروں کے علاج کے لئے کس قدر توجہ تھی۔ دوران تقریر میں یہ ل ہی معلوم ہوا کہ منشی ظفر احمد صاحب بیمار ہو گئے ہیں تو آ حضرت **خلیفہ اول** کو بھیجا۔ اور پھر آپ بار بار آتے رہے اور عیادت اور علاج کرتے رہے بالآخر خود اپنے مکان پر اٹھوا کر لے گئے۔ یہ محبت و اخلاص کے مظاہرے ہیں۔ **آقا اور خادم** دونوں کے جذبات کی ایک داستان اپنے اندر پنہاں رکھتے ہیں۔ آقا کا کرم محبت و مواسات اور خادم کا اخلاص و عقیدت قابل رشک ہے۔

〰〰〰

منشی ظفر احمد صاحب کہتے ہیں کہ بعض اوقات ہم آپکے اعجازی نشانات کو ایک عجیب رنگ میں مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ جو خود ہمارے وجود اور معاملات سے وابستہ ہوتے تھے۔ مینے بتایا کہ منشی اروڑا خان صاحب کی خواہش کہ **میچے اور اوپر پانی ہو** کی دعائیں کیسے جلد پوری ہوئی۔ اور میری ترقی کے لئے جو ارشاد فرمایا وہ کس طرح پر اسی رنگ میں پورا ہو گیا۔ ہمارا ایمان تو ان نشانات کو دیکھ کر ہر روز بڑھتا تھا۔ اسی قسم کے نشانات میں سے ایک اور بیان کرتا ہوں۔ اور مجھے تو ہمیشہ حیرت ہوتی ہے کہ کبھی ہم عرض بھی نہیں کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالٰی کے فضل و رحم کا ظہور حضور کی توجہ کے نتیجہ میں عجیب شان دکھاتا تھا۔

ایک مرتبہ **ڈھوماں مل** نے ہمارے دفتر کا معائنہ کیا۔ اور **بیس غلطیاں** نکال کر جواب طلب کیا۔ مینے جب جواب دیا تو وہ ان کی اور فریج صاحب (جو اسوقت منسٹر تھے) کی ناراضگی کا موجب ہوا۔ اور انھوں نے مجھے اپنی جگہ سے ہٹا کر **محرر اتلاف کر دیا تھا۔** تاکہ پرانی مثین اور ردی کاغذات تلف کیا کروں۔ قدرتی طور پر مجھے اس کا صدمہ ہوا۔ مینے خواب میں دیکھا کہ ہاتھی پر سوار ہوں۔ اور وہ میرا حکم مانتا ہے۔ آخر اس کا جو نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے۔ ڈھوماں مل کے مکان کے کھنڈرات کو دیکھتا ہوں۔ تو ان میں ایک تاریخی عبرت پیدا ہوتی ہے میں اس جگہ سے پھر ترقی کرتا چلا گیا۔ اور اپنے اصل عہدہ سے اوپر ترقی کر گیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ کا نتیجہ تھا۔

(**نوٹ**) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو **نشانات** خدا تعالٰی نے دیئے تھے۔ ان میں سے ایک حصہ ان نشانات کا ہے جو خود آپ کی ذات بابرکات آپ کے اہل و عیال اور آپکے مخلص خدام اور دوستوں کے متعلق تھا۔ ۱۸۸۶ء میں جب آپ نے ضمیمہ ریاض ہند شائع فرمایا تو اسی میں صداقت کے نشانات کی تقسیم کرتے ہوئے آپنے بعض احباب اور افراد کے متعلق نشانات کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ خدا تعالٰی نے یہ بھی آپ کو وعدہ دیا تھا کہ میں ان لوگوں کی مدد کروں گا جو تیری مدد کریں گے۔ اسی وعدہ الٰہی کے ماتحت بھی حضرت کے مخلص خدام اور دوستوں کے متعلق نشانات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ (عرفانی)

〰〰〰

فرمایا:۔

حضرت اقدس کی **مہمان نوازی** کی شان عجیب ہے، آپ کو مہمانوں کی خاطر بہت عزیز ہوتی تھی۔ اور انکے آرام اور آسائش کیلئے خود تکلیف اور محنت اٹھانا آپکے لئے بہت آسان تھا۔ ایک مرتبہ دو مہمان آئے اور وہ مہمان خانہ میں پہنچے۔ ملازمین لنگر خانہ میں سے جو موجود تھے۔ ان کو کہہ کر اپنا اسباب اتروا دیا۔ اور ایک تحکمانہ انداز میں وہ باتیں کرتے تھے۔ ابھی پورے طور پر وہ اترے نہ تھے کہ کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف پیش آئی۔ اور انھوں نے اسباب اٹھوا کر یکہ میں لاد دیا اور واپس ہو گئے۔ ہر چند ان سے کہا گیا۔ مگر وہ بڑے غضب میں تھے اور چلے گئے۔ حضرت کو فوراً خبر ہوئی۔ آپ کو یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی۔ اور ننگے پاؤں نکل آئے اور ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے گئے۔ چوہڑوں کے گھروں کے پاس ان کو جا لیا۔ اور معذرت کی اور آخر انھیں ساتھ واپس لے آئے۔ اور اندر سے دو بڑے پلنگ ان کے لئے بھجوائے۔ اور خاص طور پر ان کی خدمت و خاطرداری کے لئے تاکید کی۔ اور خود بھی روزانہ ان کے پاس آتے اور بیٹھتے۔ اور ہر طرح ان کی آسایش کا خیال رکھتے۔

نوٹ:۔ یہ اور اس قسم کے واقعات آپ کی **صداقت** کے گواہ ہیں۔ آپ آنے والے مہمانوں کے متعلق یقین رکھتے تھے کہ وہ خدا تعالٰی کے مہمان ہیں اور خدا تعالٰی کی بشارتوں کے ماتحت **شعائر اللہ** ہیں۔ اور یوں بھی اکرام ضیف آپ کی فطرت میں تھا۔ اسلئے ہمیشہ **مہمان خانہ** کے انتظام کو براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کسی مہمان کی کسی حرکت پر کبھی ناراض نہ ہوتے اور اس کی دلداری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ **مہمان کا دل شیشہ سے بھی زیادہ نازک ہوتا ہے**۔ اسلئے اس کی دلداری کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اسے شکستہ خاطر نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

〰〰〰

فرمایا:۔

حضرت اقدس بعض اوقات ایک چھوٹی سی بات کہہ جاتے تھے۔ مگر ان میں علم و معرفت کا ایک دفتر پنہاں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ لودہانہ میں مقیم تھے ایکدن سیر کو نکلے راستہ میں کریلے کا ایک درخت تھا اسے دیکھ کر فرمایا

کہنے اور کرنے میں فرق ہے۔

(**نوٹ**) فارسی میں ایک ضرب المثل ہے "گفتن و کردن قدرے فاصلہ دارد" حضور نے اس چھوٹے سے فقرے میں **قوت عمل** کے راز کو کھولدیا ہے۔ اسے انسان سمجھ لے تو اسکی عملی قوتوں میں ایسی تحریک ہوتی ہے کہ جس سے وہ ترقی کی منزلوں کو بآسانی سمجھ لے۔ اللہ تعالٰی کے حضور مجرد کہنا کچھ چیز نہیں بلکہ ناپسندیدہ چیز ہے اور اس پر قرآن مجید میں تہدید ہے لما تقولون ما لا تفعلون

اگر تم عمل نہیں کرتے تو کہتے کیوں ہو؟ ضرورت ہے کہ انسان اقوال تک اپنی تگ و دو محدود نہ کرے بلکہ اپنی عملی قوت کو نشوونما دے۔ حضرت کے طریق **تربیت جماعت** پر اسی سے روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح پر ایک درخت کے نام سے **قوت عمل کی تحریک** کر دی۔

فرمایا:-

جالندھر کے مقام پر ایک باپ اور بیٹا جو دونوں بیعت کئے ہوئے تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ باپ نے اپنے بیٹے کے متعلق شکایت کی کہ یہ میری خبر نہیں لیتا۔ حضرت نے باپ کی اس شکایت کو ایسا محسوس کیا کہ فوراً بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:-

ویطعمون الطعام علے حبہ یتیماً ومسکیناً واسیراً - اور فرمایا یہی سمجھ کر خدمت کر دیا کرو۔ حضرت نے کچھ ایسے رنگ میں فرمایا کہ اس کی چیخ نکل گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ اور عرض کیا کہ آئندہ پوری تنخواہ انکی خدمت میں پیش کر دیا کروں گا۔ پھر اس میں سے جو چاہیں مجھے دیں

(**نوٹ**) یہ تھا حضور کی تربیت و اصلاح کا طریق جو کچھ فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا۔ اور مؤثر ہوتا تھا۔ سوائے ان ظالم طبع انسانوں کے جن کے قلوب پر مہر ہو۔ والدین کی اطاعت اور خدمت کے لئے بارہا آپ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر اس حدیث کی طرف بھی اشارہ فرماتے کہ وہ شخص بڑا ہی بدقسمت ہے جس کے ماں باپ زندہ ہوں اور اُس کے گناہ معاف نہ ہوں۔

خود حضرت نے **اطاعت پدری** کا جو نمونہ دکھایا وہ تو نہایت ہی مؤثر ہے۔ باوجودیکہ آپ کی طبیعت مقدمات اور زمینداری اور جائیداد کے دوسرے تنازعات سے سخت متنفر تھی۔ مگر آپ حضرت والد صاحب قبلہ کی فرمانبرداری کے جذبہ سے ان کاموں کو کرتے تھے اور جب تک خدا تعالیٰ نے آپ ایسے سامان نہ کر دیئے کہ آپ ان سے الگ ہو جائیں برابر مصروف رہے۔ آپ کی زندگی میں یہ نمونہ ایسا شاندار ہے کہ بے اختیار اس کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔

فرمایا:-

مولوی سلامت علی صاحب ریاست کپورتھلہ میں بڑے معزز تھے ان کے باپ وزیر اعظم تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس حضرت کا تذکرہ ہوا۔ سردار گلاب سنگھ (جو ایک وقت وزیر اعظم تھے) نے کہا کہ مینے اسلامی تاریخ پڑھی ہے۔ ان کے حالات شام کے نبیوں سے ملتے ہیں۔ اگر وہ شام کے نبی سچے تھے تو یہ بھی سچے ہیں۔ مینے یہ واقعہ حضرت کو لکھ دیا۔ آپ نے **فرمایا** دوسری اقوام اصل نتیجہ پر پہنچ جاتی ہیں۔ مگر مسلمانوں کی حالت کو دیکھو کہ

انکو منہاج نبوۃ سمجھ نہیں آتا

مباحثہ آتھم کے وقت کرنل الطاف علی خاں آپ سے ملنے کے لئے آ گئے۔ وہ جلسہ میں عیسائیوں کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت سے انھوں نے خلوت میں ملنا چاہا۔ جب وہ اندر گئے تو دیکھا کہ ایک بوریئے پر آپ تشریف فرما ہیں۔ اور وہ اتنا چھوٹا ہے کہ نصف بدن زمین پر رہتا تھا۔ کرنل صاحب زمین پر بیٹھنے لگے۔ مگر آپ نے جھٹ اپنا **عمامہ** بچھا دیا کہ آپ اس پر بیٹھ جاویں۔ اس کا ایسا اثر ان پر ہوا کہ چشم پُر آب ہو گئے اور کہا کہ یہ **بے ادبی** مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ اس مختصر سی صحبت میں وہ ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر کر گئے کہ اسلام کی عظمت ان کے دل میں دوسری مرتبہ قائم ہو گئی۔ اور نماز کے بھی پابند ہو گئے۔ ہمیشہ عزت و ادب سے آپ کا نام لیتے رہے

(**نوٹ**) میں آتھم کے مباحثہ میں شریک تھا۔ اس بوریئے کو مینے دیکھا تھا۔ دوپہر کے وقت جب آپ مباحثہ کر کے واپس آتے۔ تو چونکہ مکان میں مہمانوں کی وجہ سے جگہ نہ ہوتی۔ کوٹھے کے اوپر دیوار کے سایہ میں اسے بچھا لیتے۔ اسی پر بیٹھ کر کچھ نوٹ لکھتے۔ اور اسی پر تھوڑی دیر آرام کرتے۔ اور وہی **بوریا بیت الدعاء** کا کام دیتا۔ جب پہلا مکان تبدیل کر کے **حاجی محمود** کے مکان میں جو بڑا عالیشان تھا۔ تشریف لائے۔ تو ایک روز صبح کو بعض حوالجات بائیبل دکھانے کو گیا۔ یہ غالباً آخری دن تھا یا اس سے ایک دن اول کا۔ آپ کو اسہال آ رہے تھے اور اس بورئیے پر لیٹے ہوئے تھے۔ نہ تکیہ تھا نہ بستر کمر تک بوریئے پر تھے۔ اور باقی جسم مبارک زمین پر تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمین پر لیٹنا اور بوریئے کے نشانات کا بدن مبارک پر ہو جانا یاد آ گیا۔ اور میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

(عرفانی)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم نے **مسئلہ نبوت** کے متعلق سوال کیا کہ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت اقدس سمجھانے لگے۔ میں بیچ میں بول اٹھا (میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قسم کی بے ادبی تھی۔ مگر اپنے جوش میں بول پڑا) کہ یہ کیا اعتراض ہے۔ نبوۃ تو ایک طرف اگر حضرت اقدس یہ بھی کہدیں کہ قرآن مجید کی بجائے دوسری کتاب آ گئی ہے تو ہم مان لیں گے۔

حضرت اقدس نے جونہی میری زبان سے یہ سنا آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور **فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم**۔ اور دو مرتبہ زور سے پڑھا۔ آپ کو میرا ایسا کہنا سخت ناپسند ہوا۔ اور آپ نے اپنے عمل سے **لاحول** پڑھ کر بتا دیا ہے کہ ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید کا ایک لفظ یا شعشہ بھی اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔

دوسرے دن جب سیر کو جانے لگے تو مجھے پوچھا کسی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ میں ہے۔ میں بلایا گیا۔ جب آپ روانہ ہوئے تو فرمایا کہ:-

جو ایمان ہمارے پُرانے دوستوں کو حاصل ہے وہ دوسروں کو حاصل ہونا مشکل ہے۔

نوٹ:- منشی ظفر احمد صاحب کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آ سکتا تھا۔ کہ نعوذ باللہ قرآن کریم کو اب کوئی کتاب یا وحی منسوخ کر سکتی ہے۔ ان کا یہ کہنا اسی قبیل سے تھا کہ ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین مومن کا ایمان تو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کہ جب ایک کو **صادق** اور **مامور من اللہ** یقین کر لیا۔ اور اسکی صداقت کھل گئی تو پھر اسکے ارشادات یا دعاوی میں شک و شبہ کی گنجائش کیوں ہو؟

حضرت اقدس کی غیرت ایمانی کو دیکھو کہ فوراً لاحول پڑھا۔ اور اس طرح پر ایک مخلص خادم کی روحانی تربیت فرمائی۔ اس قسم کا خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیئے۔ جس سے قرآن کی عظمت میں فرق آتا ہو۔ قرآن کریم ایک غیر فانی اور ابدی شریعت ہے۔ جس کا ایک نقطہ اور شعشہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے احمدی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ

قرآن کریم میں ناسخ منسوخ نہیں ہے

فرمایا:-

جالندھر کے مقام پر حضرت اقدس کی خدمت میں نواح جالندھر کا ایک ساہوکار آیا۔ اور اس نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ آپ کو دیکھ کر میرے دل سے بت پرستی کا خیال جاتا رہا ہے۔ اب میری درخواست ہے کہ میری نجات کا کچھ سامان ہو جائے اور عرض کیا کہ

میری دعوت قبول فرمائی جاوے

حضور نے اس کی دعوت قبول کی۔ اور اس نے بستی بابا خیل میں ایک معزز مسلمان کے گھر میں دعوت کا انتظام کیا۔ حضور پیدل چل کر وہاں تشریف لے گئے آپ کے خدام بھی ساتھ تھے۔ اس نے نہایت اخلاص سے ہر قسم کے مکلف کھانے تیار کرائے اور **خود ہاتھ دھلانے پر آمادہ ہوا**۔ بعض دوستوں نے کہا بھی کہ ہم ہاتھ دھلائے دیتے ہیں۔ مگر اس نے یہی کہا کہ میری نجات کا سامان ہونے دو۔ چنانچہ خود ہاتھ دھلائے۔ کھانا کھا چکنے کے بعد پھر ہاتھ دھلائے۔

حضرت نے اس کی درخواست پر اس کے لئے دعاء کی۔

(**نوٹ**) حضرت اپنے رحم و شفقت کو کسی خاص انسان تک محدود نہ فرماتے تھے۔ بلکہ آپکی شفقت عام تھی۔ ایک شخص اگرچہ غیر مذاہب کا تھا مگر جب اس نے اخلاص و عقیدت کا اظہار کیا آپنے اس کی دلشکنی کو پسند نہ فرمایا۔ اور پیدل تشریف لے جا کر اس کی دعوت کھائی۔ اور اُس کے لئے **دعا بھی کی**۔

حضرت اقدس کی دوسری تقریروں سے جو شائع شدہ ہیں یہ بات ثابت ہے۔ کہ آپ دعاؤں کے لئے اپنی شفقت کو بہت وسیع فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی ہی ہدایت کیا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ر اپریل ۱۹۳۴ء

مگر جو دوسرے درجہ کے فلاسفر ہیں انہوں نے لوگوں کے لعن وطعن سے اندیشہ کر کے اپنے فلاسفری اصولوں کو کچھ نرم کر دیا ہے۔ اور قوم کے خوف اور ہم جنسوں کی شرم سے حشر اور عالم جزا اور دوسری کئی باتوں کو ظنی طور پر تسلیم کر بیٹھے ہیں۔ لیکن یہ اعلیٰ درجہ کے فلاسفر اُن کو سخت نالائق اور بدفہم اور غبی الطبع اور بزدل اور اپنی سوسائٹی کے بدنام کنندہ خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے فلاسفر ہونے کا دعویٰ تو کیا۔ لیکن اصول فلسفہ پر جیسا کہ حق چلنے کا تھا نہیں چلے۔ اسلئے اول درجہ کے فلاسفر اس بات سے عار رکھتے ہیں۔ کہ ان ناقصوں کو فلاسفر کے باعزت لفظ سے مخاطب یا موسوم کیا جائے کیونکہ اُنہوں نے کچھ کچھ تو فلسفہ کے طریقہ پر قدم مارا۔ اور کچھ عام لوگوں کی ملامت۔ لعنت سے ڈر کر نبیوں کے عقائد میں بھی (جو فلسفیوں کے منشاء کے موافق قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت نہیں ہو سکتے) ٹانگ اڑادی۔ اس لئے یہ لوگ ان کی نظر میں نیم حکیم ہیں حقیقی فلاسفر نہیں۔ ہاں ممکن بلکہ قرین قیاس ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ جیسے جیسے ایک شخص جوش قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت عقلی طلب کرنے کا ان کے مستعد اور ہونہار لوگوں کے دلوں میں آتا جائے گا۔ ویسی ویسی وہ کسریں جو باقی رہ گئی ہیں۔ ان کے خیالات سے وہ سب نکل جائیں گے۔ اور عقائد اور اعمال میں پوری پوری مطابقت اپنے بڑے بھائیوں سے کریں گے۔ تب وہ شیطانی اور ظلمانی دو کالے پانی دنیا کے برباد کرنے کے لئے ایک ہی ہو کر بہیں گے۔ اور آئندہ ذریت میں فلسفہ نے ترقی کی تو وہ بجائے اس کے حال کے فلسفیوں کی طرح یہ سوال کریں کہ ملائک۔ یا شیاطین کچھ چیز ہیں تو ہمیں دکھلاؤ۔ یہ اعلےٰ درجہ کے سوالات کریں گے کہ اگر خدا اور اسکی قدرتیں کچھ چیز ہیں تو ہمیں ظاہر ظاہر بلا واسطہ اسباب کے دکھلاؤ اور اگر روحیں بعد مفارقت بدن باقی رہ جاتی ہیں۔ تو اُنکا وجود بھی کوئی چیز ہے۔ تو وہ بھی ہمیں دکھلاؤ۔ غرض جیسے جیسے ان نو آموزوں کے فلسفہ میں صیقل ہوتا جائے گا اعلےٰ سے اعلےٰ سوال ان کے دلوں میں پیدا ہوتے جائینگے۔ ابھی تو حال بھی کچا اور خیال کچا ہے۔

از اخبار الحکم ۳ ستمبر ۹۹ء

اسلام اور غیر مذاہب والوں سے محبت

واضح ہو کہ یہ تمام ناقص اور ادھوری انجیل کی نحوستیں ہیں۔ کہ عیسائی لوگ حق اور حقیقت سے دور جا پڑے۔ ورنہ اگر ایک گہری نگاہ سے دیکھا جائے کہ محبت کیا چیز ہے۔ اور کس کس محل پر اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اور بغض کیا چیز ہے اور کن کن مقامات پر برتنا چاہیئے۔ تو قرآن کریم کا سچا فلسفہ معلوم ہو کر بلکہ روح کو اس سے معارف حقہ کی ایک کامل روشنی ملتی ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ محبت کوئی تصنع کا کام نہیں۔ بلکہ انسانی قوٰے میں سے یہ بھی ایک قوت ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اس کی طرف کھینچے جانا۔ اور جیسا کہ ہر ایک چیز کے اصل خواص اس کے کمال کے وقت بدیہی طور پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہی محبت کا حال ہے کہ اس کے جوہر بھی اُسوقت کھلے کھلے ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اتم اور اکمل درجہ پر پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اشربوا فی قلوبھم العجل۔ یعنی اُنہوں نے گوسالہ سے ایسی محبت کی کہ گویا گوسالہ ان کو شربت کی طرح پلا دیا گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اسے پی لیتا ہے یا کھا لیتا ہے۔ اور اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی قدر انسان بالطبع اپنے محبوب کی صفات کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی کا روپ ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔

پس جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے۔ تو پھر کیونکر ایک سچی کتاب منجانب اللہ ہے اجازت دے سکتی ہے کہ تم شیطان سے محبت کرو۔ جو خدا سے کرنی چاہیئے اور شیطان کے جانشینوں سے وہ پیار کرو جو رحمٰن کے جانشینوں سے کرنا چاہیئے افسوس کہ پہلے تو انجیل کے باطل ہونے پر ہمارے پاس یہی ایک دلیل تھی کہ وہ ایک مشت خاک کو خدا بناتی ہے۔ اب یہ دوسری دلائل بھی پیدا ہو گئیں۔ کہ اس کی دوسری تعلیمیں بھی گندی ہیں۔ کیا یہ پاک تعلیم ہو سکتی ہے۔ کہ شیطان سے ایسی ہی محبت کرو۔ جیسا خدا سے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ یسوع کے منہ سے سہواً یہ باتیں نکل گئیں۔ کیونکہ وہ الٰہیات کے فلسفہ سے ناواقف تھا تو عذر نکما اور فضول ہو گا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا ہی ناواقف تو کیوں اس نے قوم کے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیا وہ بچہ تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادت پسند کرے۔

اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل و جان ساعی ہونا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے۔ جو محبوب کو حاصل ہے۔ سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہو کر اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کے ساتھ ہو کر لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت اس کی محبت میں کھویا گیا ہے

محبت ایک عربی لفظ ہے۔ اور معنی اس کے پُر ہو جانا کر چنانچہ عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ تحبب الحمار اور جب یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ اونٹ کا پیٹ پانی سے بھر گیا۔ تو کہتے ہیں شربت الابل حتی تحببت اور حب جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اسی سے نکلا ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی کیفیت سے بھر گیا۔ اسی بنا پر احباب سونے کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو دوسرے سے بھر جائے گا۔ وہ اپنے وجود کو کھو دے گا۔ گویا سو جائے گا۔ اور اپنے وجود کی کچھ حس اسکو باقی نہیں رہے گی۔ پھر جبکہ محبت کی یہ حقیقت ہے۔ تو ایسی انجیل جس کی تعلیم یہ ہے کہ شیطان سے بھی محبت کرو۔ اور شیطانی گروہ سے بھی پیار کرو۔ دوسرے لفظوں میں اس کا ماحصل یہی نکلا کہ اُن کی بدکاری میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔ خوب تعلیم ہے۔ ایسی تعلیم کیونکر خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ تو انسان کو شیطان بنانا چاہتی ہے۔ خدا انجیل کی اس تعلیم سے ہر ایک کو بچائے۔

اگر یہ سوال ہو کہ جس حالت میں شیطان اور شیطانی رنگ و روپ والوں سے محبت کرنا حرام ہے تو کس قسم کا خلق ان سے برتنا چاہیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک کلام قرآن شریف یہ ہدایت کرتا ہے کہ ان پر کمال درجہ کی شفقت چاہیئے۔ جیسا کہ ایک رحیم دل آدمی جذامیوں اور اندھوں۔ لولوں اور لنگڑوں وغیرہ دکھ والوں پر شفقت کرتا ہے۔ اور شفقت و محبت میں یہ فرق ہے کہ محب اپنے محبوب کے تمام قول و فعل کو بنظر استحسان دیکھتا ہے۔ اور رغبت رکھتا ہے۔ کہ ایسے حالات اس میں بھی پیدا ہو جائیں۔ مگر مشفق شخص مشفق علیہ کے حالات بنظر خوف و عبرت دیکھتا ہے۔ اور اندیشہ کرتا ہے کہ شاید وہ شخص اس تباہ حال میں ہلاک نہ ہو جائے اور حقیقی مشفق کی یہ علامت ہے کہ وہ شخص مشفق علیہ سے ہمیشہ نرمی سے پیش آتا۔ بلکہ اس کی نسبت محل اور موقع کے مناسب حال کارروائی کرتا ہے۔ اور کبھی نرمی اور کبھی درشتی سے پیش آتا ہے۔ بعض وقت اس کو شربت پلاتا ہے۔ اور بعض اوقات ایک حاذق ڈاکٹر کی طرح اس کا ہاتھ پیر کاٹنے میں اس کی زندگی دیکھتا ہے۔ اور بعض اوقات اس کے کسی عضو کو چیرتا ہے۔ اور بعض اوقات مرہم لگاتا اگر تم ایکدن ایک بڑے شفا خانہ میں جہاں صدہا بیمار اور ہر ایک قسم کے مریض آتے ہوں بیٹھ کر ایک حاذق تجربہ کار ڈاکٹر کی کارروائیوں کو مشاہدہ کرو تو امید ہے کہ مشفق کے معنی تمہاری سمجھ میں آجائینگے۔ سو تعلیم قرآنی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ نیکوں اور ابرار اخیار سے [illegible] اور کافروں [illegible] شفقت [illegible]۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم یعنی اے کافرو! یہ نبی ایسا مشفق ہے جو تمہارے رنج کو دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہایت درجہ خواہشمند ہے کہ تم ان بلاؤں سے نجات پا جاؤ۔

پھر فرمایا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائیگا۔ کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ تیری شفقت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تو ان کے غم میں ہلاک ہونے کے قریب ہے۔ پھر ایک مقام پر فرماتا ہے تواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ۔ یعنی مومن وہ ہیں جو ایک دوسرے کو صبر اور مرحمت کی نصیحت کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ شدائد پر صبر کرو۔ اور خدا کے بندوں پر شفقت کرو۔ اس جگہ بھی مرحمت سے مراد شفقت ہے۔ کیونکہ مرحمت کا لفظ زبان عرب میں شفقت کے معنوں پر مستعمل ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیم کا اصل مطلب یہ ہے کہ محبت جس کی حقیقت محبوب کے رنگ میں رنگین ہو جانا ہے بجز خدا تعالیٰ اور صلحاء کے اور کسی سے جائز نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے والذین امنوا اشد حبا للہ اور فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود و النصٰرٰی اولیاء پھر دوسرے مقام پر فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم۔ یعنی یہود اور نصاریٰ سے محبت مت کرو اور ہر ایک شخص جو صالح نہیں اس سے محبت مت کرو۔ ان آیتوں کو پڑھ کر نادان عیسائی دھوکہ کھاتے ہیں کہ مسلمانوں کا حکم ہے کہ عیسائی وغیرہ بے دین فرقوں سے محبت نہ کریں لیکن نہیں سوچتے کہ ہر ایک لفظ اپنے محل پر استعمال ہوتا ہے۔ جس چیز کا نام محبت ہے۔ وہ فاسقوں اور کافروں سے اسی صورت میں بجا لانا متصور ہے کہ جب ان کے کفر اور فسق سے کچھ حصہ لیلے نہایت سخت جاہل وہ شخص ہوگا جس نے یہ تعلیم دی کہ اپنے دین کے دشمنوں کو پیار کرو۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ پیار اور محبت اسی کا نام ہے کہ اس شخص کے قول و فعل اور عادت اور خلق اور مذہب کو رضا کے رنگ میں دیکھیں اور اس پر خوش ہوں۔ اور اس کا اثر اپنے دل پر ڈال لیں۔ اور ایسا ہونا مومن سے کافر کی نسبت ہرگز ممکن نہیں ہاں مومن کافر پر شفقت کرے گا۔ اور تمام دقائق ہمدردی بجا لائے گا۔ اور اس کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا غمگسار ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب و ملت کے تم لوگوں سے ہمدردی کرو۔ بھوکوں کو کھلاؤ۔ غلاموں کو آزاد کرو۔ قرضداروں سے قرض ادا کرو۔ اور زیر باروں کے بار اٹھاؤ۔ اور بنی نوع سے ہمدردی کا حق ادا کرو۔ اور فرماتا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ۔ یعنی خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل کرو اور عدل سے بڑھ کر یہ کہ احسان کرو۔ جیسے بچے سے اس کی والدہ یا کوئی اور شخص محض قرابت کے جوش سے کسی کی ہمدردی کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین یعنی نصاریٰ وغیرہ سے جو خدا نے محبت کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے یہ نہ سمجھو کہ وہ نیکی اور احسان اور ہمدردی کرنے سے تمہیں منع کرتا ہے۔ بلکہ جن لوگوں نے تمہارے قتل کے لئے لڑائیاں نہیں کیں۔ اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا وہ اگرچہ عیسائی ہوں یا یہودی ہوں بیشک ان پر احسان کرو۔ ان سے ہمدردی کرو۔ انصاف کرو۔ کہ خدا ایسے لوگوں سے پیار کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے۔ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔ یعنی خدا نے جو تمہیں ہمدردی اور دوستی سے منع کیا ہے۔ تو صرف ان لوگوں کی نسبت جنہوں نے دینی لڑائیاں تم سے کیں۔ اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نکالا۔ اور بس نہ کیا جب تک باہم مل کر تمہیں نکال نہ دیا۔ سو ان کی دوستی حرام ہے کیونکہ یہ دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تولّی[1] عربی زبان میں دوستی کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نام مودّت ہے۔ اصل حقیقت دوستی اور مودت کی خیر خواہی اور ہمدردی ہے۔ سو مومن نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے دوستی اور ہمدردی اور خیر خواہی کر سکتا ہے۔ احسان کر سکتا ہے۔ مگر ان سے محبت نہیں کر سکتا۔ یہ ایک باریک فرق ہے اس کو خوب یاد رکھو۔

از اخبار الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء

ایک عزّت کا خطاب

آج مہینے ۱۸ ستمبر ۱۸۹۹ء

کو بروز دوشنبہ خواب میں دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے آہستہ آہستہ بلیغ برس رہا ہے۔ میں نے شاید خواب میں یہ کہا کہ "ہم تو ابھی دعا کرنے کو تھے کہ بارش ہو۔ سو ہو ہی گئی"۔ میں نہیں جانتا کہ عنقریب "بارش" ہو جائے یا ہمارے الہام ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء

ایک عزّت کا خطاب
ایک عزّت کا خطاب
لک خطاب العزّۃ
ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا

کے متعلق خدا کی رحمت اور فتح و نصرت کی بارش ہماری جماعت پر ہوگی یا دونوں ہی ہو جاویں۔ ہماری خواب سچی ہے۔ اس کا ظہور ضرور ہوگا دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ یعنی یا تو خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے باران رحمت کا دروازہ آسمان سے کھلے گا۔ یا غیر معمولی کوئی نشان روحانی فتح و نصرت کا ظاہر ہوگا۔ مگر نشان ہوگا نہ معمولی بات۔

از اخبار الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۹ء

قرآن کا خدا

جاننا چاہیئے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں:—

ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ہ الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ہ ھو اللہ الخالق البارئ المصوّر لہ الاسماء الحسنٰی یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم ہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہ رب العلمین۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ہ اجیب دعوۃ الداع الحی القیوم ہ قل ھو اللہ احد ہ اللہ الصمد ہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ہ یعنی وہ خدا جو واحد لاشریک ہے۔ جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں۔ یہ اسلئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے۔ اس صورت میں خدائی معرض خطرے میں رہے گی۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے کہ جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ صفات خدا کی فرض کرلیں۔ تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے۔ پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب و ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں۔ مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔

پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے۔ یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ خدا خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے۔ لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دیگا۔ اور قیامت برپا کر دے گا۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا۔ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔

پھر فرمایا ھو الرحمٰن یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی کے عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامان راحت میسر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب ماہتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے لئے موجود ہے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے۔ اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے۔

اور پھر فرمایا الرحیم یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے۔ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے۔ یہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔

(باقی آیندہ)

[1] تولّی [illegible] دلالت کرتی ہے کہ تولّی میں ایک تکلف ہے جو مغائرت پر دلالت کرتا ہے۔ مگر محبت میں ذرہ مغائرت باقی نہیں رہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب لودہانوی رضی اللہ عنہ

حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب سابقون الاولون میں سے تھے۔ وہ ان خوش قسمت انسانوں میں سے تھے جن کا سارا خاندان ان کی زندگی میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو چکا تھا۔

منشی صاحب موصوف کا اصل وطن ہوشیارپور تھا۔ لیکن سکھا شاہی کی تکالیف اور مصائب کو دیکھ کر آپ لودہانہ چلے آئے۔ اسوقت انگریزی حکومت صرف دریائے ستلج تک تھی اور پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی۔ دریائے ستلج کو کشتیوں کے ذریعہ عبور کیا جاتا تھا۔ اسپر کوئی پل وغیرہ نہ تھا۔

منشی صاحب موصوف عبور ستلج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ احباب دریا تک چھوڑنے آتے اور ایسا سمجھا جاتا تھا کہ گویا سمندر پار جا رہے ہیں۔ خدا جانے پھر آنا ہو گا یا نہیں۔

(۲)

آپ کی ابتدائی تعلیم مشن سکول لودہانہ میں ہوئی۔ اسلئے کہ اسوقت یہی ہائی سکول تھا۔ چونکہ آپ ایک ایسے خاندان کے فرد تھے جو ہمیشہ مذہب سے عملی دلچسپی رکھتا تھا۔ اسلئے علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا آپ کو شوق تھا۔ خصوصیت سے مولوی عبد العزیز صاحب اور ان کے بھائیوں سے محبت تھی۔ اسلئے کہ وہ ہم عمر تھے۔ علماء کی اس صحبت کا نتیجہ تھا کہ انگریزی تعلیم سے ان کو روکا گیا۔ اور وہ اس سلسلہ میں آگے نہ بڑھ سکے۔ ورنہ کچھ بعید نہ تھا کہ تھوڑی سی قابلیت حاصل کر کے پنجاب گورنمنٹ میں کوئی معقول عہدہ حاصل کر لیتے۔ بہر حال آپ کو خاندانی روایات اور طرز عمل کے موافق مذہبی مجالس اور علماء کی صحبت سے محبت تھی۔ اور آپ صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ مگر علماء کی حالت کو دیکھ دیکھ کر آپ ان کی نسبت اچھے خیالات چھوڑ رہے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کو طب کا شوق ہوا۔ اور آپنے طب پڑھی۔ اور مطب بھی کرتے رہے۔ کچھ عرصہ مشن پریس میں ملازم رہے۔ پھر کچھ شغل تجارت بھی رہا۔ آپ کو ہمیشہ یہ شوق کہ کسب حلال سے اپنی معیشت حاصل کریں۔ آپ لودہانہ کے شرفا میں ایک نہایت نیک اور متقی بزرگ سمجھے جاتے تھے۔

(۳)

آپ کی عمر جب ساٹھ سال کے قریب ہوئی تو حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ اثر چھتر ضلع گورداسپور سے اپنے منازل سلوک طے کر کے لودہانہ آئے۔ اور آپ کو اپنے مرشد سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خرقہ خلافت دیا گیا تھا۔ تاکہ لوگوں سے بیعت لیں۔ آپ چونکہ علماء سے کسی قدر بدظن ہو رہے تھے۔ منشی صاحب کی صحبت اختیار کی اور اصلاح نفس کے لئے ان کی بیعت کر لی۔ اور اپنے اخلاص اور وفا کے لحاظ سے آپ حضرت منشی صاحب کے مریدوں میں ممتاز تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب کی صحبت آپکے لئے اکسیر ثابت ہوئی۔ اور بالآخر اسی سلسلہ میں آپ احمدی ہو گئے۔

احمدی سلسلہ میں کس طرح داخل ہوئے اس کا ذکر خود ان کے ہی الفاظ میں زیادہ دلچسپ ہو گا۔ فرماتے ہیں کہ:۔

خاکسار کو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق اپنے میاں صاحب پیر روشن ضمیر رہنمائے سالکان و پیشوائے عارفان حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم سے ہوئی۔ چنانچہ میاں صاحب مرحوم نے حج بیت اللہ تشریف لے جانے سے چند سال پہلے ایک مطبوعہ اشتہار حضرت امام الزمان مجدد دوراں حضرت میرزا صاحب رئیس اعظم قادیان کی تائید میں دیا تھا۔ جس میں سے چند سطور نقل کر کے ناظرین کے پیش کرتا ہوں۔ فھو ھذا:۔

" اے ناظرین! میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے یہ التماس کرتا ہوں۔ کہ بے شک وشبہ جناب مرزا صاحب مجدد وقت اور طالبان سلوک کے واسطے کبریت احمر۔ اور سنگ دلوں کے واسطے پارس۔ اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمرہوں کے واسطے خضر۔ اور منکران اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجت بالغہ ہیں۔ یقین جانو کہ ایسا وقت پھر ہاتھ نہ آوے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے اور آفتاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسے ہادی اور کامل کو بھیج دیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے۔ اور ظلمات و ضلالت سے نکالے۔ اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے۔ تاکہ حق و باطل چھٹ جائے اور خبیث اور طیب میں فرق ظاہر ہو جاوے اور کھوٹا کھرا پرکھا جاوے۔ میں بآواز بلند پکار رہا ہوں۔ اور خاص و عام کو اشتہار دیتا ہوں کہ اس سے بہتر تم کو ہرگز نہ ملے گا۔ اگر ہو سکے تو خدمت عالی میں پہنچکر سعادت حاصل کرو۔ یا یہ بھی نہ ہو سکے تو کتاب خرید کر فائدہ اٹھاؤ"۔

نیز ابھی حضرت امام زمان مرزا صاحب موصوف نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جناب مرشد حضرت میاں صاحب مرحوم نے اسی اشتہار میں مفصلہ ذیل شعر بطور پیشگوئی کے درج فرمایا تھا ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

جس کا مطلب اسوقت معمولی لفظوں میں سمجھا گیا تھا۔ مگر جب حضرت امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تب اس شعر کے معنی بخوبی مفہوم ہو گئے

اس کے علاوہ حضرت میاں صاحب مرحوم نے کتاب طب روحانی مصنفہ خود مطبوعہ ۱۲۹۵ھ کے صفحہ اخیر میں مندرجہ عبارت بطور پیشگوئی کے تحریر فرماتے ہیں۔ جس کے مفہوم بھی امام زمان مسیح دوران میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ہی ہیں۔ غالب امید ہے کہ حضرت شیخ احمد امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کسی نہ کسی زمانے میں کوئی خدا پرست امام وقت پیدا ہو۔ کہ ان باتوں کو از سر نو پھر بخوبی زندہ کرے۔ اگر خدا تعالےٰ ایسا ہی کرے کہ ہم دریائے ضلالت کنارہ ہدایت پر آ جاویں۔ اور صراط مستقیم کو پہچانیں۔ پنجۂ تقلید سے چھوٹیں اور علم لدنی کے مزے لوٹیں۔ نیز کتاب مسطورہ کے آخر میں بھی ایک شعر میں امام زمان مسیح دوران کے نام کی طرف اشارہ فرما گئے ہیں ؎

اول احمد آخر احمد حامی آں خانداں
حق کند رحمت طفیل او بجملہ داخلاں

سابقہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کی چودھویں صدی کے شروع پر امام وقت اور مجدد کے آنے کی پیشگوئیاں ظاہر کر رہی ہیں اور حدیثیں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہی دے رہی ہیں۔ اور سب علامتیں اسی آخری زمانہ میں اس آنیوالے کی

پائی جاتی ہیں۔ اور غور و تامل اور صدق دل سے سچائی کے طالب ہو کر حدیثوں اور قرآن شریف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو ملاحظہ کرینگے۔ تو حق نمایاں ہو جاوے گا۔ پس میں حضرت میاں صاحب مرحوم کے کلام اور ارشاد کو حق اور سچ جان کر جناب حضرت اقدس میرزا صاحب موصوف کو صدق دل سے مجدد وقت اور امام زمان و مسیح موعود و مہدی مسعود سمجھ کر ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوا۔"

(۵)

بیعت میں داخل ہونے کی خبر جب علماء لودہانہ کو پہونچی۔ تو انھوں نے خطرناک مخالفت کی لیکن منشی صاحب نے کمال ہمت و استقلال کا مقابلہ کیا۔ اور مردانہ وار اس عہد پر قائم رہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل تھا۔ آج ہماری جماعت کے لوگ اس ابتدائی زمانہ کی تکالیف کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اسوقت جماعت نہایت قلیل تھی۔ اور علماء کا اثر عوام پر خطرناک تھا۔ ایسے وقت میں ثابت قدم رہنا آسان امر نہ تھا۔ خصوصاً لودہانہ تو مرکز ضلالت تھا۔ اور کفر کے فتوے کی ابتداہی وہاں سے ہوئی یہ مولوی صاحبان بہت متشدد تھے۔ مگر اس مرد خدا نے حق کے مقابلہ میں ہر تکلیف کو آسان اور راحت یقین کیا۔ آپ جب بیعت میں داخل ہوئے تو آپکے خلف الرشید حضرت مولوی قمرالدین صاحب مرحوم نے بھی اسیوقت بیعت کرلی۔ گویا سارا خاندان داخل سلسلہ ہوگیا۔ اسلیئے ۳۱۳ کی فہرست میں باپ بیٹیا دونوں داخل ہیں۔ احمدی ہوجانے کے بعد آپ نے سلسلہ کی تبلیغ واشاعت میں کبھی کمی نہ کی۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ باقی عمر اس کام میں صرف کردی۔ صوم صلوٰۃ کے پہلے ہی پابند تھے۔ اب ان عبادات میں حقیقی حسن پیدا ہوگیا۔ سلسلہ کے لئے کوئی تحریک نہ ہوتی تھی کہ باپ بیٹیا اس میں شریک نہ ہوں۔ اور جب بھی موقع ملتا تو قادیان ضرور آتے۔ خصوصاً سالانہ جلسوں پر باوجودیکہ بہت بوڑھے ہوگئے تھے۔ مگر عزم اور ہمت بلند تھی۔ اکہرے بدن کے دبلے پتلے بزرگ تھے مگر قوت و توانائی جوانوں سے کم نہ تھی۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اخلاص و وفا میں ایک نمونہ تھے۔ انھوں نے اپنی تین پشتوں کو احمدیت میں داخل دیکھا۔ چہرہ ہمیشہ ہنس مکھ رہتا تھا۔ اور بات کرتے تھے تو اس میں محبت و اخلاص کی شان نمایاں ہوتی تھی۔ ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل و کرم کی تجلی فرماوے۔ اور ان کے مقام بلند کرے۔ آمین۔

اب ان کے پوتے بابو غلام حسین صاحب دہلی میں ہیں۔ اور سلسلہ کی تبلیغ واشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور اس خاندان کو بے شمار فضلوں کا مورد بنائے آمین

ایک تاریخی غلطی کی اصلاح

معزز ہمعصر فاروق آج کل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے سوال پر بحث کررہا ہے۔ اس ضمن میں اسے ضرورت پیش آئی کہ میری تالیف کردہ کتاب **حیات النبی** (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات) حصہ اول کے صفحہ ۹۶ پر اظہار رائے کرے۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار میرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کا سال ۱۸۷۶ء قرار دیا ہے۔

ہمعصر فاروق کے نزدیک سال وفات ۱۸۷۴ء ہے۔ اس لئے وہ مجھے اس غلطی کا مرتکب سمجھتے ہیں۔

میں انسان ہوں اور بہت سی غلطیاں کرتا ہوں اور کرسکتا ہوں۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ اس شخص کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ جو میری غلطیوں کی اصلاح کرے۔ لیکن اس مسئلہ میں مجھے اپنی غلطی کا یقین نہیں ہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرحوم کی وفات یقیناً ۱۸۷۶ء میں ہوئی ہے اور اس کے ثبوت میں میرے زیر نظر سرکاری دستاویزات رہی ہیں۔

رابرٹ ایجوٹن فنانشل کمشنر پنجاب (جو بعد میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر بھی ہوگئے تھے) اپنی چٹھی مورخہ ۲۹ر جون ۱۸۷۶ء میں جناب مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی چٹھی مشعر اطلاع وفات حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب پر تعزیت کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گزرا۔ میرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کے والد کے وفات سے ہم کو بہت صدمہ ہوا"

المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء

یہ ایک لمبا خط ہے۔ حیات النبی میں بھی اور سیرۃ المہدی میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

ایسا ہی پنجاب چیفس جو پنجاب گورنمنٹ نے تیار کرائی تھی اور سر لیپل گریفن نے بڑی محنت سے اس کا مواد تیار کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ:-

"مرزا غلام مرتضیٰ جو ایک مشہور اور ماہر طبیب تھا ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا"

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سرکاری پنشنر تھے اور خاص انعام پاتے تھے۔ ان کی وفات کے متعلق حکومت کوئی غلطی نہیں کھاسکتی تھی۔ اسلئے جہاں تک میری تحقیقات ہے۔ اور یہ سرکاری کاغذات اور دوسرے ذرائع پر مبنی ہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی ہے اور حیات النبی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہی صحیح ہے۔

"اینجابیا"

دہلی کے اخبار "منادی" میں علامہ صلاح الدین سلجوقی قونصل جنرل افغانستان کی روایت سے شائع ہوا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر عبدالرحمٰن خان کو ایک مکتوب لکھا تو اس نے جواب دیا کہ "اینجابیا"

اس کا مفہوم دوسرے الفاظ میں یہ ہوسکتا ہے کہ گویا امیر عبدالرحمٰن نے دعوت قتل دی تھی۔

یہ واقعہ چونکہ صریحاً غلط تھا۔ اسلیئے مینے اواخر مارچ ۱۹۳۴ء میں بمقام دہلی خود قونصل جنرل صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے یہ جواب دیا تھا۔؟

انھوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ مینے کسی سے سنا تھا۔ کوئی ثبوت اس کا میرے پاس نہیں

علامہ سلجوقی کے لئے میرے دل میں ایک علمدوست اور مسلمانوں کے اتحاد کے خواہشمند انسان کی حیثیت سے ہمیشہ عزت رہی ہے۔ اور انھوں نے نہایت صفائی سے اصل واقعہ کو بیان کردیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مکتوب لکھا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب امیر حبیب اللہ خان ہندوستان آئے تھے ان کے نام ایک نامہ مکشوف لکھا تھا۔ اور اس اصل مکتوب کو بھی شائع کردیا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اور وہ مکتوب اتمام حجت کے لئے لکھا گیا تھا۔ اور وہ مقصد اس سے حاصل ہوگیا

یہ غلط ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے اس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ "اینجابیا"

الحکم کا مطالبہ

اگر آپ تک خریدار نہیں تو ہو جاؤ۔ اگر آپ نے اب تک کوئی خریدار نہیں دیا تو اگلی اشاعت سے پہلے دیدو۔ (منیجر)

43

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعائیں

تمہیدی نوٹ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے سلسلہ میں آپ کی دعاؤں کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتا آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ احباب اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے متعلق ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں دعا کے لئے ایک مخصوص جگہ بنا لیا کرتے تھے۔ اور وہ بیت الدعا کہلاتا تھا۔ میں جہاں جہاں حضرت کے ساتھ گیا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے دعا کے لئے ایک الگ جگہ ضرور مخصوص فرمائی اور اپنے روزانہ پروگرام میں یہ بات ہمیشہ داخل رکھی کہ ایک وقت دعا کے لئے الگ کر لیا۔ قادیان میں ابتداءً تو آپ اپنے اس چوبارہ میں ہی دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ جو آپ کے قیام کے لئے مخصوص تھا پھر بیت الذکر اس مقصد کے لئے مخصوص ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ازلی نے بیت الذکر کو بھی عام عبادت گاہ بنا دیا۔ اور تخلیہ میسر نہ رہا تو آپ نے گھر میں ایک بیت الدعا بنایا۔ جو اب تک موجود ہے۔ جب زلزلہ آیا اور حضور کچھ عرصہ کے لئے باغ میں تشریف لے گئے۔ تو وہاں بھی ایک چبوترہ اس غرض کے لئے تعمیر کرا لیا۔ گورداسپور مقدمات کے سلسلہ میں آپ کو کچھ عرصہ کے لئے رہنا پڑا۔ تو وہاں بھی بیت الدعاء کا اہتمام تھا۔ غرض حضرت کی زندگی کا یہ دستور العمل بہت ہی نمایاں ہے۔ آپ دعا کے لئے ایک الگ جگہ رکھتے تھے۔ بلکہ آخر حصہ عمر میں تو آپ بعض اوقات فرماتے۔ کہ بہت کچھ لکھا گیا۔ اور ہر طرح اتمام حجت کیا گیا۔ اب جی چاہتا ہے کہ

میں صرف دعائیں کیا کروں

دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک خاص مناسبت تھی۔ بلکہ دعائیں ہی آپ کی زندگی تھی۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے آپ کی روح دعا کی طرف متوجہ رہتی تھی۔ ہر مشکل کی کلید آپ دعا کو یقین کرتے تھے۔ اور جماعت میں بھی جذبہ اور روح آپ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ

دعاؤں کی عادت ڈالیں

اور دعاؤں میں آپ خدا کی تمام مخلوق پر شفقت فرماتے تھے۔ اور ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔ درخواست کرنے پر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ اپنی دعاؤں میں اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی شریک فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی دعاؤں کا عجیب انداز ہے قرآن کریم سارے کا سارا آپ نے دعاؤں ہی کے ذریعہ حضرت باری سے پڑھا ہے۔ یہ بات شاید بعض لوگوں کو عجیب معلوم ہو۔ مگر یہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے۔ آپ جن ایام میں سیالکوٹ میں مقیم تھے (۱۸۶۴ء / ۱۸۶۸ء) حضرت حکیم میر حسام الدین مرحوم کو آپ کی خدمت میں جانے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا۔ انھوں نے حضرت اقدس سے طب کی بعض کتابیں بھی پڑھی تھیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات آپ لکھ کر اپنے سامنے لٹکا لیتے۔ اور عام طور قرآن مجید رو رو کر پڑھا کرتے۔ اور دعا کرتے کہ

یا اللہ یہ تیرا کلام ہے تو ہی سمجھائیگا تو سمجھوں گا

یہ آپ کی دعاؤں کا مفہوم تھا۔ اور اس مقصد کے لئے کہ دعا کے لئے بار بار تحریک ہو۔ آپ ایک آیۃ لکھ کر لٹکا لیتے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفہیم ہو جاتی تو پھر آپ دوسری آیت لکھ کر لٹکا لیتے اور دعاؤں میں مصروف رہتے۔ اس طرح پر قرآن مجید کو آپنے دعاؤں ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا۔ دعاؤں کی قبولیت کے اس قدر نشان آپنے دیکھے تھے۔ اور اس نسخہ کو ایسا مجرب پایا تھا کہ

ہر مرض اور مشکل کیلئے اسکو ہی استعمال کرتے تھے

دعاؤں کی قوت اور اثر کو آپ دنیا کی ہر قوت سے بڑھ کر یقین کرتے تھے۔ اور اپنی دعاؤں میں اس تاثیر قبولیت کا آپ کو اس لئے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایک دفعہ حضرت سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب میں آپنے قوت و اثر دعا کا چند اشعار میں ذکر کیا تھا۔ کہ:-

بغیر کسی فخر کے مجھے یقین ہے کہ میری دعا معمولی نہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ اشعار بھی تحریر فرماتے ہیں۔

ہر آں کارے کہ گردد از دعائے محو جانانے
نہ شمشیرے کند آں کار نہ بادے نہ بارانے

عجب دارد اثر دستے کہ دستِ عاشقے باشد
بگرداند جہانے را ز بہر کار گریانے

اگر جنبد لبِ مردے ز بہر آں کہ سرگرداں
خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے

زکار افتادہ را ہر کار می آرد خدا زیں رہ
ہمیں باشد دلیل آنکہ ہست از خلق پنہانے

مگر باید کہ باشد طالب او صابر صادق
نہ بیند روز نومیدی وفادار از دل و جانے

غرض دعاؤں کی قوت و تاثیر پر آپ کا ایمان انتہائی مقام پر تھا۔ اب میں حضور کی ایک دعا کو ذیل میں دے دیتا ہوں۔ جو جماعت میں حضور کی اکیلے وقت کی دعا کے نام سے موسوم ہے:-

اکیلے وقت کی دعا

"اے میرے خدا! میری فریاد سن کہ میں اکیلا ہوں۔ اے میری پناہ! اے میری سپر! اے میرے پیارے! مجھے ایسا مت چھوڑ۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تیری درگاہ پر میری روح سجدے میں ہے۔"

ایک نیک مثال

چودھری عبداللہ خان صاحب سیکنڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے ایک نیک مثال قائم کر کے سعادت مند بیٹے کا فرض ادا کیا ہے۔ انھوں نے اپنے والد مرحوم قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نام پر الحکم کا ایک پرچہ جاری کرایا ہے۔ جو ایسے مخلص احمدی کے نام جاری ہو سکتا ہے جو خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحابی ہو تو اُسے ترجیح دی جائے گی۔

یہ ایک واجب التقلید فعل ہے۔ اگر احباب اس کی پیروی کریں تو

صدقہ جاریہ کے طور پر الحکم

کی بہت سی کاپیاں جاری ہو سکتی ہیں۔ سب سے پہلی درخواست پر پرچہ جاری کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز

لائل پور کا شاندار اور کامیاب اور تاریخی جلسہ

نمبر دوم

لائل پور کے جلسہ کے متعلق مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو مظاہرہ اپنی حق دشمنی کا دکھایا وہ بجائے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا نشان تھا۔ ہماری جماعت کی طرف سے جو لوگ منادی کرنے کے لئے گئے ان پر پتھر مارے گئے۔ راکھ اور خاک اڑائی گئی۔ مختلف قسم کے آوازے کسے گئے۔ ان قابل شرم حرکات کو دیکھ کر تاریخ انبیاء علیہم السلام کے اوراق یکے بادیگرے میری نظر کے سامنے آنے لگے۔ میں دیکھتا تھا کہ پتھر مارنے والے حق پر تھے یا جن پر پتھر مارے گئے۔ اور حق کو ستایا اور دکھ دیا گیا۔ اسی ایک نظارے سے حقیقت عیاں ہو جاتی تھی۔ پھر پانی بند کیا گیا۔ سقوں کو منع کر دیا گیا کہ پانی نہ دیں۔ اسلام کی تاریخ پڑھو تو ایک جماعت نظر آئے گی۔

جنھوں نے شہید کربلا پر پانی بند کر دیا تھا

کیا یہ حرکات اور یہ افعال اس امر کو ظاہر نہ کرتے تھے کہ حق کا علم بردار کون ہے؟ اور باطل کی نحوست کس پر سوار ہے۔ مگر لائل پور کی زمین و آسمان نے دیکھا کہ

حق آگیا اور باطل اپنی نحوستوں کو لیکر بھاگ گیا

(۹)

مینے پہلے بھی اشارہ کیا ہے اور آج کیعقدر صراحت سے لکھتا ہوں۔ اس جلسہ کی مخالفت کے لئے پورا زور لگایا گیا۔ اور ہر ممکن کوشش کی گئی۔ خیمہ جات کے تاجر کو دھمکی دی گئی۔ کہ اگر اس نے خیمہ اور قناعتیں دیں تو اُن کو **جلا دیا جائے گا**۔ مگر اس شریف انسان نے باوجودیکہ وہ غیر مسلم تھا۔ اس قسم کی دھمکیوں کی پروا نہ کی۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کے سامان کو بھی محفوظ رکھا۔ **احرار کا صدر** اپنی ایک تقریر ایک تقریر میں یہاں آکر کہتا تھا کہ ہم کو اپنی مسجد میں میں تقریر نہیں کرنے دیتے۔ اگر وہ ایسی خواہش کرتے تو یقیناً اسے انتظامی پابندیوں کے ساتھ اسے اجازت مل جاتی۔ مگر وہ اپنے لائل پوری دوستوں کو کیا کہے گا۔ جنھوں نے پتھر پھینکے۔ خاک اڑائی۔ اور گالیاں دیں۔ دوسروں کو ضروری سامان وغیرہ سے روکا جلسہ گاہ میں پانی چھوڑ دیا۔ یہ کس قسم کے **اخلاق کا مظاہرہ تھا**۔؟

یہی وہ حالات ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **صداقت پر مہر** کر دی کہ یہ مسلمان کہلانے والے مولوی اور ملا اسغفر مسخ ہو گئے ہیں۔

(۱۰)

منجملہ مخالفانہ کوششوں کے **لائل پور** کے علماء اور مشائخوں نے معصوم بچوں کو ایک **نعرہ ایمان** سکھایا۔ ایک **نعرہ ایمان** کی آواز لگاتا دوسرے گالیاں دینے لگتے اور کفر بکتے۔ اس قوم کی حالت پر رونا چاہیئے جو اپنے بچوں کی تربیت نیکی اور صلاحیت سے نہیں۔ بلکہ بد اخلاقی اور بے ایمانی سے کرنا چاہتی ہے۔ کاش وہ **نعرہ ایمان** کے جواب میں **کلمہ طیبہ** پڑھتے یا اور کوئی بھلی بات کہتے۔ مگر نہیں۔ لائل پور کے مولویوں نے ان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو **طائف** کے سفلوں نے کی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ان حالات کو دیکھتے تھے۔ اور **رحم** اور **محبت** کے جذبات انھیں پریشان کر رہے تھے۔ وہ زبان حال سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎

جانم گداخت درغم ایمانت اے عزیز
دیں طرفہ ترکہ من بگمان تو کافرم

(۱۱)

جہاں اس قسم کے اشرار اور ننگ اسلام لوگ ہیں وہاں ہر قوم میں **شرفا** اور با اخلاق انسانوں کا ایک طبقہ بھی تھا۔ ہندو مسلمان۔ سکھ ہر قوم کے شرفاء نے اس جلسہ میں اپنی اخلاقی مدد کا مظاہرہ کیا۔ اور نہایت توجہ اور شوق سے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر اور دوسرے لیکچراروں کے بیانات کو سنا۔ اور انھیں موازنہ کرنے کا بہترین موقعہ ملا۔ میں نے دیکھا کہ سعید روحوں پر حضرت کے اخلاق۔ جماعت کی تنظیم اور اطاعت امام۔ اشاعت اسلام کے لئے ایک دیوانہ وار سرگرمی اور قربانی کا ایک خاص اثر تھا۔ اور بعض نے برملا اس کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ اس جماعت کے مقابلہ میں کامیابی ممکن نہیں۔ جو اپنے امام کے لئے اس قسم کی محبت و اخلاص رکھتے ہیں۔ اور اپنی سرگرمیوں میں کسی مخالفت کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔

چالیس ہزار کی آبادی کے شہر میں دو سو آدمیوں کی جماعت جن میں عورتیں اور بچے بھی شریک۔ ایسی کامیابی کے ساتھ اپنی تبلیغ کر سکتی ہے۔ اور مخالفت کے طوفان میں وہ چٹان کی طرح قائم ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کوئی کس طرح ٹھیر سکتا ہے۔ اور یہ سچ ہی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے متواتر اور بکثرت وحی کے ذریعہ یہ بشارت دی تھی کہ

میں تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا۔

اور ہر روز اس آیت کا ثبوت ہر جگہ مل رہا ہے

(۱۲)

میں چاہتا ہوں کہ قارئین الحکم کو مخالفین کے کیمپ کا بھی ایک منظر دکھا دوں۔ زمیندار کے ایڈیٹر اور اس کی پارٹی نے لائل پور کے مفصلات میں پھر کر بہت زور لگایا۔ اور لوگوں کو اُکسانے کی کوشش کی۔ اور انھیں تاریخوں میں لائل پور کے اپنے جلسہ میں شمولیت کے لئے بھی تحریک کی مگر اس کا کیا نتیجہ ہوا؟

زمیندار اور اس کے شرکاء کو صحیح معلوم نہیں ہوا کہ وہ اپنے جلسہ میں شامل ہونے والوں کی کیا تعداد کا ذکر کرتے جامع مسجد میں جو جلسہ کیا گیا۔ اور جس کے لئے منادی کرنے والوں کے حلق بیٹھ بیٹھ گئے۔ اس میں بمشکل حاضرین کی تعداد ڈیڑھ سو ہوگی۔

اور اس کے بالمقابل لائل پور میں ان لوگوں کی تعداد جنھوں نے حضرت **حضرت خلیفۃ المسیح** ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ **کے ہاتھ پر بیعت کی**

دو سو کے قریب تھی

اس کھلی کھلی ناکامی کے بعد بھی یہ لوگ تو اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہ آئینگے۔ لیکن جماعت احمدیہ کے **ایمان بڑھانے کے لئے ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور خدائے بزرگ و برتر کا ایک نشان ہے** جس نے اپنے برگزیدہ بندے کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ:۔

میں اس شخص کی مدد کرونگا جو تیری اعانت کرے گا۔

(باقی آئندہ)

درخواست دعا

ملک عبد الغنی صاحب جو جماعت بمبئی کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم ممبر ہیں۔ کئی روز سے سخت بیمار ہیں۔ گذشتہ سال بھی ان پر ایک اور خطرناک بیماری کا حملہ ہوا تھا۔ جس میں وہ نو ماہ تک ہسپتال میں رہے۔ ان پر ایک بہت خطرناک عمل جراحی کیا گیا تھا۔ جس میں قریبًا سارا پیٹ کھول دیا گیا تھا۔ اندیشہ ہے کہ وہ بیماری پھر عود نہ کر آئے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس مخلص نوجوان کی کامل صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

(محمود احمد عرفانی)

۲۔ قاضی محمد رشید صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کی اہلیہ سخت بیمار ہیں۔ احباب خاص طور پر دعا فرمائیں۔

وصیتیں

۴۰۹۵ منکہ مسماۃ آمنہ بیگم بنت عبداللہ قوم راجپوت عمر تخمیناً ۲۲ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان شریف ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کیوقت جسقدر میری جائیداد ہو اُس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں مد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے زیور طلائی دوسو گیارہ روپے۔ زیور چاندی اکیس روپے کل دوسو بتیس روپے۔ مہر بذمہ خاوند جناب خانصاحب نیک محمد خان احمدی مبلغ پانچسو روپیہ جو اتنک وصول نہیں ہوا۔

العبد:۔ آمنہ بیگم ولد عبداللہ صاحب مرحوم بقلم خود

گواہ شد:۔ صاحبزادہ سید محمد طیب احمدی بقلم خود ۲۱

گواہ شد:۔ نیک محمد احمدی غزنوی ثم قادیانی

۳۹۹۸ منکہ محمد حسین ولد کرم بخش قوم جٹ وڑائچ.... پیشہ کاشتکاری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت تخمیناً ۷ سال ساکن سدوکی ڈاکخانہ جھیوانوالی۔ تحصیل و ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ زمین قریباً چار گھماؤں موضع سدوکی تحصیل گجرات قیمتی ۱۴۲۵/- روپیہ اور مبلغ ۵۰۰/- روپیہ کی زمین رہن لی ہوئی ہے۔ اور مال مویشی قیمتی ۲۲۵/- روپیہ کل میزان ۲۱۵۰/- روپیہ ہے میں اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور نیز یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ جو میری جائیداد بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائے گا۔

العبد:۔ محمد حسین ولد کرم بخش قوم جٹ وڑائچ ساکن سدوکی تحصیل و ضلع گجرات نشان انگوٹھا

گواہ شد:۔ بقلم اکبر علی سکرٹری جماعت احمدیہ سدوکی تحریرکنندہ

گواہ شد:۔ جلال الدین ولد محمد بخش ساکن سدوکی۔

۴۱۰۹:۔ منکہ عبداللہ ولد مولوی محی الدین قوم قریشی موپلا پیشہ ملازمت عمر ۳۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۱ء ساکن نیگاڑی ڈاکخانہ تحصیل جرکل ضلع مالابار بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار اکادن روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں ادا کرتا رہونگا میرے مرنے کیوقت جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ عبداللہ مالاباری بقلم خود ۳

گواہ شد:۔ عطاء محمد محرر دعوۃ و تبلیغ ۳

گواہ شد:۔ زین العابدین بقلم خود

۴۱۰۲:۔ منکہ ڈاکٹر میر احمد سعید قادری ولد حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب مرحوم قوم سید سب رجسٹرار عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن حیدرآباد دکن ڈاکخانہ عارضی متعین تعلقہ سدی پیٹھ ضلع میدک بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرے قبضہ میں سردست ایک مکان پختہ دومنزلہ لب سڑک برمحلہ کنٹہ تالاب میر محلہ اندرون بلدہ واقع ہے۔ جس کی قیمت تخمیناً پانسو روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ دیگر اثاث البیت مثل کوچ کرسی میز الماری و ملبوسات و سائیکل وغیرہ۔ جملہ قیمتی چارسو روپیہ سکہ عثمانیہ کے ہیں۔ میری وصیت یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ صدر کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کردیا جائے اور ماسوا اس جائیداد متذکرہ صدر کے میرے مرنے کے وقت اگر کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کے متعلق میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے ورثاء سے حاصل کرلیں۔ میں اپنی زندگی تک اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ بھی برابر ادا کرتا رہوں گا۔ العبد میر احمد سعید بقلم خود ۵

گواہ شد:۔ سید بشارت احمد جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن گواہ شد حکیم میر سعادت علی مالک شفاخانہ سعادت منزل حیدرآباد دکن۔

۴۱۰۳ منکہ احمد سعدی بن علمہ سعدی قوم عرب قبیلہ بنو سعد عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۱ء ساکن مغل پورہ ڈاکخانہ حیدرآباد دکن۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۵ امیرے پاس سردست کوئی جائیداد غیر منقولہ اور منقولہ نہیں ہے۔ البتہ مجھے ماہانہ مبلغ ایک صد روپیہ سکہ عثمانیہ ملا کرتا ہے۔ جس کے ⅒ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ماہانہ دیا کروں گا۔ میرے مرنے کے وقت اگر کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ پیدا یا ثابت ہو تو اسکے متعلق بھی میری یہ وصیت ہے کہ اسکے ⅒ حصہ کو بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ادا و وصول کرلیا جایا کرے۔ العبد احمد سعدی بن علمہ سعدی بقلم خود یکم مئی ۱۹۳۳ء گواہ شد حکیم سعادت علی مالک شفاخانہ سعادت منزل حیدرآباد دکن

گواہ شد: سید بشارت احمد بقلم خود جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن۔

۴۱۱۶ منکہ مسماۃ جواہر بی بی زوجہ چودھری محمد بخش صاحب قوم باجوہ پیشہ زمینداری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن چک مراد نہر ۱۱۲ ڈاکخانہ ہارون آباد ضلع خیرپور ضلع بھاولنگر ریاست بھاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اسوقت جائیداد کنٹھہ طلائی اور ایک عدد گائے ہے قیمت کنٹھہ ۶۷ روپیہ قیمت گائے ۳۰ کل میزان ۹۷/۱۱/- روپیہ ہے۔ میری وصیت کنٹھہ میں ہی مکمل کردی جاوے یعنی کل خرچ وغیرہ کنٹھہ کی قیمت سے منہا کرکے میری وصیت منظور فرمائی جاوے۔ اور کوئی روپیہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ میری کل جائیداد ۹۷ ہے

العبد جواہر بی بی نشان انگوٹھہ گواہ شد محمد بخش بقلم خود

گواہ شد:۔ خورشید احمد۔

۳۴۳۹ منکہ احمد علی خان ولد آبادان خان قوم راجپوت پیشہ زراعت ساکن کاٹھ گڑھ تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۱ء۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے۔ دس گھماؤں اراضی ہے جسکی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرے گذارے کی صورت ماہوار آمد پر بھی ہے۔ جو اسوقت آٹھ روپے ماہوار ہے۔ تازیست اپنی ماہوار آمد کا جس میں زراعت بھی شامل ہوگی۔ ⅒ حصہ کی آمد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ماہوار اور ششماہی ادا کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت میں منہا کردیا جائے گا۔ فقط ۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء

العبد:۔ احمد علی خان ولد آبادان خان بقلم خود

گواہ شد:۔ عطاء اللہ ولد خواجہ خان صاحب بقلم خود

گواہ شد:۔ سید محمد علی شاہ انسپکٹر کاٹھ گڑھ

گواہ شد:۔ عبدالمنان بقلم خود

گواہ شد:۔ عبدالسلام بقلم خود امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ۔

۳۴۳۸ منکہ عطاء اللہ ولد خواجے خان قوم راجپوت پیشہ زراعت سکنہ کاٹھ گڑھ تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور۔ عمر ۲۰ سال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے ایک گھماؤں تین کنال اراضی ہے۔ جس کی قیمت ۲۰۰/- روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں ہے بلکہ ماہوار آمد پر بھی ہے۔ جو کہ اسوقت آٹھ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جس میں زراعت بھی شامل ہوگی ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت سے داخل صدر انجمن احمدیہ وصیت کی مد میں کردوں تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کردیا جائے گا۔

العبد:۔ عطاء اللہ ولد خواجے خان موصی بقلم خود

گواہ شد:۔ سید محمد علی شاہ انسپکٹر

گواہ شد:۔ عبدالسلام بقلم خود امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ۔

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو

الحکم کا خاص نمبر

شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی **۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت** کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اس کے لئے میں صرف

پچاس ۵۰ محبانِ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں

وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے چالیس صفحہ پر شائع ہوگا اس میں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت، سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ۱۲/- روپیہ فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔ اگر ۵ ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کر دوں گا۔ اسلئے اپریل کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپکا حامی و ناصر ہو (خاکسار عرفانی)

مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شہزادہ عرفانی

منیجر اخبار الحکم قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی طابع و ناشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)